

۱۵۸۸۱

سَوَاحِجُ

بِسْرَجُ الْفُقَهَاءِ

مع فتاویٰ مبارکہ

اعلیٰ حضرت میرزا محمد رضا خاں قادیانی سیوی قدس سرہ

مرکزی مجلس رضائہ لاہور

شمارہ ۱۵۸۸۱

الآية

سوانح

سراج الفقهاء

يعنى

مختصر سوانح سراج الفقهاء
مكتوب بیلوی ثم خانپوری
زبدۃ الاصفياء حضرت مولانا
دامت برکاتہم العالیہ

مع فتویٰ مبارکہ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بیلوی
قدس سرہ العزیز

در باب صنف راجع ذوی الارحام

مرتبہ

جناب مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ

مرکزی مجلس رضا ————— لاہور

سخنان چند

مرکزی مجلس رضالاہور ۱۹۶۸ء میں قائم ہوئی۔ روزِ قیام سے اب تک اس نے جو خدمات انجام دی ہیں ان کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ دیگر اہم امور کی انجام دہی کے علاوہ کتب ذیل (۱) تجلی مشکوٰۃ (۲) فاضل بریلوی اور ترک موالات (۳) ایڈیشن (۱) اور (۲) اعلیٰ حضرت بریلوی کا فقہی مقام طبع کر کے اہل علم حضرات میں بلا قیمت تقسیم کیں۔ اس سلسلے کا چوتھا رسالہ "سوانح سراج الفقہاء" آپ کے پیش نظر ہے۔ اور متعدد رسائل و کتب منتظرِ اشاعت ہیں۔

پیش نظر رسالہ اگرچہ سراج الفقہاء حضرت علامہ سراج احمد قدس سرہ کی مختصر سوانح ہے لیکن حقیقت میں یہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے کمالاتِ مالیہ کا مظہر ہے اور اس مبارک رسالے کا پہلا حصہ (سوانح سراج الفقہاء) تو بزرگوں کے حالات کے شائقین اور تانتا بخ و تذکرہ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ایک بیش قیمت تحفہ ہے مگر حصہ آخر (فتویٰ اعلیٰ حضرت) صرف جتید علماء کرام اور مفتیان عظام کے استفادہ و استفادہ کیلئے ہے اور اس خالص علمی رسالے کی اشاعت پر ان ہی حضرات سے ہمیں قدرتی اور دعائے خیر کی توقع ہے۔

اراکینِ مرکزی مجلس رضائے حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری زید مجدہ سابق صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ ہری پور (ہزارہ) و حال مدرسہ اشاعت العلوم کالج کے عنوان میں کہ انہوں نے بڑی محنت و کاوش سے سوانح سراج الفقہاء اور فتویٰ مبارکہ اعلیٰ حضرت کو مرتب فرمایا ہے جزاۃ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

(ڈاکٹر) اختر حسین لاہور

۱۴ خرم الحرام ۱۳۹۲ھ، ۴ مارچ ۱۹۷۲ء

حرف آغاز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامدا و مصلیٰ و مسلما

معل و گہر ہمیشہ سمندر کی گہرائی اور پردہ تاریکی میں مستور ہوتے ہیں ان ہم کسی کی رسائی نہ ہو سکے تو یہ ایک بات ہے لیکن اگر کسی خواص کی رسائی دریکتا تک ہو جائے اور اس کے باوجود اسے فخرِ سمندر سے نکالنے میں کوتاہی سے کام لے تو اسے یقیناً کم عقل اور بے مہمتی کا الزام دیا جائے گا

علماء و اصفیاء با کمال ہوتے ہوئے بھی نام و نمود کی خواہش سے بے نیاز ہوتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں علم و فضل ایسی دولت اعلیٰ سے نوازا رکھا ہے جس کی شہرت و مقبولیت تو وہ ایک امر عارضی اور غیر ضروری ہے جس کے ہونے نہ ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا لیکن یہ مقابل غائب ہے کہ کیا ایسے ابوابِ عزیمتِ حضرات کے عظیم الشان کارناموں کو منظرِ عام پر لانا چاہیے۔ ان کی علمی خدمات سے عوام و خواص کو متعارف کرانا چاہیے اور ان کے متعلق بہت کچھ جاننے کے باوجود ان کی سیرت و سوانح محفوظ کرنی چاہیے؛ یہ اور اس قسم کے اور بہت سے سوالات ہر حساس شخص کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ یقیناً ہر شخص ان سوالات کا جواب اثبات میں دے گا لیکن بہت کم حضرات یہ سوچنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں کہ آخر اس ذمہ داری کو کون نبھائے گا۔ کیا اختیار سے توقع رکھی جاسکتی ہے یا بعد میں آنے والی نسلیں اس فریضے سے عہدہ برا ہو سکیں گی؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف اور صرف ہماری ذمہ داری ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس ذمہ داری کو محسوس کر کے میدانِ عمل میں قدم رکھیں

لَا تُخْذِلُوا وَادِّعُوا رِزْقَ اللَّهِ (البینہ)

موجودہ دور میں فنِ میراث کے امام قدوة الفضلاء سراج الفقہاء مولانا سراج احمد صاحب مکھن میلوئی ثم خانپوری دستِ برکات ہم العالیہ وہ گنج گراں مایہ ہیں جنہیں نہ تسائش سے دلچسپی ہے نہ نمائش کی آرزو۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ قوم نے ان کے علوم و معارف کی معتدبہ اشاعت نہ کی۔ اور نہ ہی اہل علم ویران کی فضیلت علمی کو نمایاں کیا گیا جس کے وہ درحقیقت مستحق تھے۔ قوم کی کوتاہی اور ناواقفیت اندیشی کا یہ جین ثبوت ہے نہ معلوم علوم کے کتنے خزانے اسی طرح زاویہ گمنامی میں

وقت بسر کر کے ہماری ظاہر بین نظروں سے ایسے اوجھل ہوئے کہ آج ان کے نقش حیات کا وجود
ساقصور بھی ہمارے سامنے نہیں ہے۔

اس تحریر میں حضرت سراج الفقہاء کے تفارف کی اپنی سی کوشش کی گئی ہے۔ ضرورت
ہے کہ حضرت کے فاضل اور صاحب حیثیت تلامذہ اپنے استاذ کامل کی خدمت و تکریم کو سعادت
سمجھیں اور ان کے علمی اور دینی کارناموں کی مکمل اشاعت کریں۔ بالخصوص سراج الفتاویٰ
کی اشاعت کی طرف توجہ دیں جو منہور منتظر اشاعت ہے۔ آخر میں ایسے کاموں کے انجام دینے
میں کس کی انتظار ہے؟ مولائے کریم توفیق عطا فرمائے۔

سوانح کے آخر میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کا
ذوی الارحام کی صنف راج سے متعلق وہ اہم غیر مطبوعہ فتویٰ بھی شامل کر دیا گیا ہے جو انہوں نے
حضرت سراج الفقہاء کے استفتاء کے جواب میں لکھا تھا جسے دیکھنے کے بعد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے
متعلق حضرت سراج الفقہاء کے زاویہ نظر میں نہایت خوشگوار تبدیلی آگئی تھی۔

مکرمی جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری دلاہور نے اردو عنایت حضرت سراج الفقہاء کے
دو مکتوب اور اس فتوے کی نقل مرحمت فرمائی۔ یہ نقل اور اس کے ساتھ حضرت سراج الفقہاء کے حالات
صاحبزادہ سید محمد فاروق القادری ایم۔ اے سجادہ نشین شاہ آباد شریف گرامی اختیار ہاں نے
جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب کو فراہم کئے تھے۔ اس کے علاوہ فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا ابوالحسن
عجل بخیر تاد احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ سراج العلوم خانپور نے راقم سطوری فرمائش پر حضرت کے
تفصیلی حالات قلم بند کر کے ارسال کئے۔ ان تمام حضرات کی مساعی جلیلہ کا نتیجہ ہے کہ سراج الفقہاء کی سوانح اور
امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مادرِ نایاب متحاذ فتویٰ پہلی بار قریب ہو کر ناظرین تک پہنچ رہا ہے
میرے لئے ان حضرات کا شکریہ ادا کرنا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔
زیادہ سے زیادہ دینی خدمات ادا کرنے کی توفیق رفیق فرمائے اور اراکین مجلس رضا لاہور کو بھی سعادت
دارین سے نوازے جو اس رسالے کو شائع کر رہے ہیں۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

(محقق اسلامیل شاعت العلوم)
چکوال

۳۔ ذی قعدہ ۱۳۹۱ھ

مختصر سوانح

حضرت سراج الفقہاء

ولادت باسعادت | استاذ العلماء سراج الفقہاء مولانا سراج احمد صاحب ایک
مشہور و معروف علمی گھرانے کے چشمہ چراغ ہیں۔ آپ سابق ریاست
بہاولپور کے شہر خانپور سے مفضل قصبہ مکھن پلہ اسٹیشن سجادہ عباسی صانع رحیم پانچاں میں چودہ
ذو الحجہ بروز بدھ ۱۳۰۳ھ کو پیدا ہوئے۔

آپ کے والد حضرت مولانا احمد یار صاحب قدس سرہ اس علاقہ کے مشہور عالم دین تھے۔ آپ کے
جد امجد مولانا محمد عالم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے علاقے کے جید عالم دین اور صاحب فتویٰ تھے۔
مولانا محمد عالم صاحب مشہور شیخ طریقت اور سرائیکی زبان کے لک الشعر حضرت خواجہ غلام فرید
صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پیر و مرشد اور برادر بزرگ حضرت خواجہ فخر جہاں رحمہ اللہ تعالیٰ اوحدی کے
ہم درس اور پیر جہانی تھے یعنی حضرت خواجہ خدا بخش رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت تھے۔ مولانا محمد عالم صاحب
نے تمام درسی کتابیں اپنے ہاتھ سے لکھیں۔ اسی طرح سراج الفقہاء کے نانا مولانا امام بخش بھی
اپنے معاصر علماء میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ یعنی حضرت سراج الفقہاء کا ماحول نبیال اور دھیال
دونوں طرف سے خالص دینی اور علمی تھا۔

ابتدائی تعلیم اور عجیب واقعہ | ابتدا میں جب آپ نے اپنے گاؤں مکھن پلہ میں قاعدہ شروع
کیا تو دماغی کمزوری کی وجہ سے بہت دشواری پیش آئی۔

۱۔ ایوانیت المہر شرح الشوریٰ الہندیہ از فاضل جلیل مولانا غلام مہر علی گڑوی (مکتبہ ہر پشتمیاں شریف بہاولنگر سندھ)
۲۔ مکتوب گرامی جناب سید محمد فاروق القادری ایم۔ اے بنام جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری ۱۲

اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا ایک عجیب کرشمہ ظاہر ہوا جس کی وجہ سے ذہنی کیفیت میں حیرت انگیز انقلاب برپا ہو گیا۔ ہوا یوں کہ آپ کی والدہ ماجدہ جو نہایت عابدہ صالحہ تھیں، نے ایک رات خواب میں حضرت رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے حضرت سراج الفقہاء کے پاس میں چند دعائیہ کلمات فرمائے۔ یہ بھی فرمایا کہ یہ بہت بڑا عالم دین ہو گا۔ پھر خانی رنگ کے چند اوراق عطا فرمائے اور فرمایا: "مولوی احمد یار کو دے دینا تا کہ یہ پانی میں حل کر کے اپنے لڑکے کو پلائے۔" جب آپ بیدار ہوئیں تو اوراق ہاتھ میں نہیں تھے۔ کچھ دیر بعد حبیب مولانا احمد یار صاحب تشریف لائے تو ان کے پاس ایک کتاب تھی جسے کھولا گیا تو وہی اوراق اس میں موجود تھے۔ والدہ صاحبہ نے پہچان لئے چنانچہ وہ اوراق مولانا کو پلائے گئے تو ان کا اثر عظیم ظاہر ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت سراج الفقہاء کو بہترین صلاحیتیں عطا فرمادیں۔

درس نظامی کی تکمیل آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھاؤں میں حاصل کی پھر چاچا چچاں شریف کے مشہور مدرسہ جامعہ فریدیہ جس کے بانی حضرت خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ متوفی ۱۲۱۹ھ میں ابتدائی کتب سے لیکر مطول تک کتابیں اساتذہ العلماء مولانا تاج محمد صاحب اور جامع معقول و منقول مولانا غلام رسول صاحب سے پڑھیں۔ فنون لیب کی بعض کتابیں مع حدیث شریف قصبہ کھنڈ ضلع بہاولپور میں اپنے زمانے کے مشہور معقول عالم مولانا علامہ امام بخش صاحب سے پڑھیں اور ۱۳۱۹ھ میں تحصیل علوم سے فارغ ہو گئے۔

طالب علمی کے زمانے میں آپ کو اپنے ہم درس طلباء پر فوقیت حاصل ہوتی تھی آپ اکثر و بیشتر درسی اور غیر درسی کتب اور شروح مطالعے میں حل کر لیتے۔ صرف بعض مقامات میں اساتذہ دہنائی کی ضرورت محسوس ہوتی۔ اساتذہ آپ کی قابل داد صلاحیتوں کو دیکھ کر مستجب رہ جاتے کتب فقہ سے کنز الدقائق سنبھاڑھی اور باقی کتابیں مطالعے سے حل کر لیں۔ اسی طرح ریاضی۔ نتیجہ اور علم متنا

لے مکتوب گرامی حضرت مولانا ابوالحسن محمد مختار احمد صاحب مدرسہ عربیہ سراج العلوم خانپور بنام راقم الخدود لے ایواقیق المہرہ ص ۱۲۴

اور کئی کثرت و بیشتر کتابیں مطالعے سے حل کر کے طلباء کو پڑھا دیں۔

بیعت سلامت طبع، اعلیٰ صلاحیتوں اور دینی و علمی ماحول کی بدولت حضرت سراج الفقہاء کی روح مضطرب ایسے رہبر کی منشا تھی جتنی جو اصلاح ظاہر کے ساتھ ساتھ صفاء باطن کا بھی سامان کر دے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے آپ کو دور دراز کا سفر نہیں کرنا پڑا کیونکہ چاچا چچاں شریف میں سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے شیخ کامل فرید العصر حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ فیوض و برکات کے دریا بہا رہے تھے۔ حضرت سراج الفقہاء دس سال کی عمر میں ان کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے اور وقتاً فوقتاً ان کی مجالس میں حاضر ہو کر روحانی برکات کا خوب خوب استفادہ کیا۔ خواجہ کی توجہ نے اس فقیہ اعظم کی زندگی کو تواضع، سادگی، بے نفسی اور جذبہ خدمت خلق ایسی صفات عالیہ سے مزین کر کے اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نمونہ بنا دیا اور آپ کے علم ظاہری کو وہ جلا بخشی جو اہل علم کی آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہے۔

تدریس آپ نے عالم نوجوانی میں تدریس کی ابتدا کی اور شتر سال کے لگ بھگ علوم دینیہ کے طلباء کو اپنے چتر علم سے سیراب کرتے رہے۔ ایک عرصہ تک قصبہ ڈیرہ گبولان ضلع رحیم یار خاں میں مصروف تدریس رہے۔ پھر کچھ وقت اپنے گھاؤں محسن بلیہ میں مشاقان علم دین کو مستفید فرمایا۔ پھر چاچاں شریف میں موجودہ سجادہ نشین حضرت خواجہ فیض فرید صاحب مدظلہ العالی کی تعلیم و تربیت آپ کے سپرد ہوئی جسے آپ نے بطریق احسن انجام دیا۔ اس کے علاوہ کچھ وقت دربار قادریہ بھرچو ندی شریف ضلع سکھر سندھ میں بھی گزارا جہاں مجاہد اسلام ناصر تحریک پاکستان حضرت پیر عبدالرحمن قدس سرہ العزیز کو پڑھاتے رہے مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں بھی پڑھا یا اور مدت دراز تک مدرسہ عربیہ سراج العلوم خانپور میں درس دیا۔

تلاذہ تقریباً شتر سال کے طویل عرصہ میں بلاشبہ سینکڑوں علماء نے آپ سے استفادہ کیا اس وقت جن تلاذہ کے اساتذہ گرامی معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہیں :-

○ حضرت مولانا خواجہ حافظ عبد الرحمن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۳۸۰ھ ضلع سکس سو پندرہ
میں سلسلہ عالیہ قادریہ کی مشہور گدئی بھرچو گدئی شریف کے سجادہ نشین اور تحریک پاکستان کے جیسا کہ مجاہد
تھے۔ آپ کے مریدین کا سلسلہ بہت وسیع اور دیگر ممالک تک پھیلا ہوا ہے۔ نہایت عالم و فاضل
اور عارف کامل تھے۔ مسلک اہل سنت و جماعت کے زبردست حامی اور مبلغ تھے۔ ملک غلام علی
ایڈنر لاہور کو پہاڑ شریعت اور فتاویٰ رضویہ جداول کی اشاعت کے لئے آپ نے ہی
تیار کیا تھا۔ فتاویٰ رضویہ شائع ہونے پر اس کی ایک سو جلدیں خرید کر علماء میں تقسیم فرمائیں۔ فخر اللہ
نقوی انیسوا چھرا آپ کے صاحبزادے مجاہد عظیم حضرت مولانا پیر عبد الرحیم صاحب شہید (۲۱ ستمبر ۱۹۷۱ء)
نے بھی حضرت سراج الفقہاء سے کچھ اسباق پڑھے۔ اسلام کے اس جلیل القدر مجاہد کو بعض شریعتوں
نے شہید کر دیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ۔

○ عمدۃ العارفین حضرت علامہ الحافظ پیر سید مغفورا قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۳۹۰ھ)
سجادہ نشین شاہ آباد شریف گودھی اختیار خاں ضلع رحیم یار خاں مصنف "عباد الرحمن" شیخ طریقت
جید عالم دین اور صالحین کے نقش قدم پر تھے۔ تمام عمر طلباء کو علمی فیض سے فیض یاب فرماتے رہے
جناب صاحبزادہ سید محمد فاروق القادری ایم۔ اے آپ کے فرزند ارجمند ہیں جن کے مفصل
مکتوب سے اس تحریر میں خاص طور پر استفادہ کیا گیا ہے۔

○ حضرت خواجہ فیض فرید صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین چاچراں شریف آپ حضرت
خواجہ غلام فرید قدس سرہ العزیز کی گدئی کے سجادہ نشین ہیں۔ عالم و فاضل اور صالح بزرگ ہیں
حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہو چکے ہیں۔ حضرت موصوف کے مریدین کا دائرہ بہت
وسیع ہے۔

○ حضرت مولانا عبد سبحان صاحب مدظلہ العالی حضرت سراج الفقہاء کے بڑے

نے حضرت سید مغفورا قادری کا قطعہ تاریخ وفات حضرت شرافت نوشاہی نے لکھا ہے جس کا تالیف شریعہ ہے۔
شرافت زنگر پور سند سال ۱۳۹۰ھ بگوا دی عصر شورش

صاحبزادے ہیں۔ جید عالم و فاضل ہیں۔ تمام علوم و فنون حضرت سراج الفقہاء سے پڑھے۔ ریاضت
کا بہت بیت کوشش کرتے ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۶۵ سال ہوگی۔

○ استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ سراج احمد صاحب مدرسہ عربیہ سراج العلوم خان پور کے
مدرسہ میں نہایت فاضل اور صالحین میں سے ہیں اور عشق رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے سرشار۔ تقریباً
۱۵ سال تک قرآن و حدیث کا درس دیا۔ سینکڑوں افراد کو فیض یاب فرمایا اور اب مدرسہ عربیہ
سراج العلوم آپ کے زیر اہتمام کامیابی کی راہ پر گامزن ہے جہاں دور دراز کے طلباء علم دین کی دولتوں
سے مالا مال ہو رہے ہیں۔

○ فاضل اہل شیخ اقرآن حضرت مولانا ابوالصالح محمد فیض احمد صاحب اویسی دامت برکاتہم العالیہ
مدرسہ جامعہ اویسیہ رضویہ مظان روڈ بہاولپور نہایت قابل عالم و فاضل، سربلغ القلم، مصنف،
مفتی، متورع اور بلند پایہ مناظر ہیں۔ قابل قدر کتب کثیرہ تصنیف کر چکے ہیں جن میں نعم الحامی شرح
شرح حامی، شرح ایسا غوجی، فیض رضا، شرح کریم، شرح حیاۃ الانبیاء، البیہقی شرح شرح ماثر
حامل، اویسی نامہ اور ابواب الصرف مع قوانین الصرف (مرتبہ مولانا اویسی صاحب) بہت
مشہور ہیں۔ حضرت موصوف شیخ الحدیث والتفسیر مولانا سرور احمد صاحب محدث اعظم پاکستان
رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ارشد تلامذہ ہیں۔ ہر سال رمضان المبارک میں بڑی محنت سے دورہ قرآن مجید
پڑھاتے ہیں جس میں اطراف و اکناف کے طلباء و علماء بکثرت شریک ہوتے ہیں۔

○ فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا حسن الدین صاحب ہاشمی شیخ الفقہ جامعہ اسلامیہ بہاولپور
حضرت موصوف اجڑ فضل ہیں۔ تمام کتب درسیہ پر عبور رکھتے ہیں۔ بہترین معقولات اور فلسفی
ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں سے عاشقہ قال اقول وغیرہ کتب طبع ہو کر علماء سے خراج تحسین
حاصل کر چکی ہیں۔ حضرت سراج الفقہاء سے علم زریح اسطرلاب وغیرہ کی کتابیں پڑھیں۔

○ حضرت مولانا ابوالحسن محمد مختار احمد صاحب مدظلہ العالی (ابن مولانا حافظ سراج احمد صاحب)
مدرسہ مدرس مدرسہ عربیہ سراج العلوم خان پور سلیم الطبع اور فاضل عالم ہیں ہر سال رمضان المبارک میں

دورہ قرآن مجید پڑھاتے ہیں۔ دور و نزدیک کے طلباء و علما آپ کے حلقہ درس میں شریک ہوتے ہیں۔ فاضل موصوف نے راقم الحروف کی درخواست پر حضرت سراج الفقہاء کے متعلق بہت سی اہم معلومات فراہم فرمائی ہیں۔ فخر اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

○ حضرت علامہ محمد مقصود احمد صاحب خطیب جامع مسجد محلہ کشمیری سادھواں ڈسٹرکٹ خلیفہ لاہور سپیکر اخلاق فاضل نوجوان اور بہر دل عزیز ہیں۔ جامعہ محمدیہ رضویہ ممبئی میں پڑھتے رہے۔ جامعہ اندلیہ مظہریہ میں استاذ العلماء مولانا عطا محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں زمانے تلمذ کیا۔ شیخ القرآن حضرت مولانا عبد الغفور دہلوی قدس سرہ سے دورہ قرآن پڑھا۔ رمضان شریف ۱۹۲۵ء میں سراج الفقہاء کی خدمت میں حاضر ہوئے اس سے قبل دو دفعہ سراجی پڑھ چکے تھے لیکن انہیں اشتیاق تھا کہ فن میراث کے نام کا تلمذ حاصل کیا جائے۔ الذبذبة السراجیہ کے چند اوراق پڑھے تھے کہ علالت نے آیا۔ اس لئے ہمارے مذکورہ کی تکمیل نہ کر سکے۔

○ حضرت علامہ مولانا محمد عبد الواحد صاحب مدظلہ العالی مفتی مدرسہ عربیہ سراج العلوم خان پور نہایت فاضل مدرس ہیں۔ جید فقیہ اور صالح بزرگ ہیں۔ علوم متداول کی تمام کتب کئی دفعہ پڑھا چکے ہیں۔ بہترین خوشنویس اور عمدہ جلد ساز ہیں۔

○ حضرت مولانا سید محمد مظفر شاہ صاحب خیر پور قریشیاں کافی موصوفہ تنگ خان پور مسجد رئیس صاحبہ میں خطیب رہے ہیں۔ عالم و فاضل اور اچھے مقرر ہیں۔ ان دنوں اپنے رقبہ میں قیام پذیر ہیں۔ سادات سے ہیں۔ آپ کے والد ماجد کے بہت سے مریدین ہیں۔

○ حضرت مولانا محمد امین صاحب فقیہ پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ بہترین معقولی فلسفی اور مناظر تھے۔ مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا شَھَادَۃً فِیْ بَلَدِ حَبِیْبِکَ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

○ حضرت مولانا خورشید احمد صاحب مہتمم مدرسہ سعیدیہ کاظمیہ ظاہر پور عاشق رسول

مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم باعمل اور خوش بیان مقرر ہیں۔ تین دینی مدرسے آپ کے زیرِ تہام چل رہے ہیں۔

○ حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ العالی خلیفہ الرشید سلطان العارفین حضرت مولانا فیض محمد صاحب شاہ جمالی رحمۃ اللہ تعالیٰ بہتم دارالعلوم صدیقیہ شاہ جمالیہ (ضلع ڈیرہ غازی خان) عرصہ سے مدرسہ مذکور میں علمی و دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

○ مولانا عبد ال غفور صاحب الوری سابق شیخ الحدیث انوار العلوم ملتان انہوں نے حضرت سراج الفقہاء سے علم میراث پڑھا لیا مدرس ہیں۔

○ مولانا حافظ محمد افضل صاحب صدر مدرس مدرسہ عربیہ انوار الاسلام بودھن ضلع ملتان بہترین مدرس ہیں درسیات کئی دفعہ پڑھا چکے ہیں۔ یلہ

○ مولانا عطا محمد صاحب امام مسجد مٹمن کوٹ ملکہ

افتاء حضرت سراج الفقہاء نے تدریس کے علاوہ منصب افتاء کے فرائض کو بہ طریق احسن انجام دیا مشکل سے مشکل مسائل آپ کی خدمت میں پیش ہوتے جنہیں بہت جلد دلائل قویہ فقہیہ کی روشنی میں حل کر دیتے آپ کے تحریر علمی کثرت معلومات اور صلاحیت رائے کا جامع انداز ان سینکڑوں فتاویٰ کے مطالعے سے ہو سکتا ہے جو سراج الفتاویٰ کی صورت میں جمع ہو چکے ہیں۔ ویسے تو آپ کو تمام علوم دینیہ پر عبور تام حاصل ہے اور کتب فقہ پر بڑی گہری نظر رکھتے ہیں۔ درمختار، رد المحتار (شامی)، فتاویٰ عالمگیری، ہذازیہ، تقریر، تحریر، جامع الفصولین، بحر الرائق اور مبسوط ایسی مبسوط کتب فقہیہ کا نظر غائر سے اول تا آخر مطالعہ فرما چکے ہیں۔ (اللہ ما شاء اللہ) راقم الحروف کو دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ کے کتب خانہ میں حضرت سراج الفقہاء کی کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہر کتاب پر بجا بجا حواشی لکھے ہوئے ہیں اور ابتدائی صفحات پر بکثرت ضروری نوٹ درج ہیں لیکن میراث و میت میقات اور ریاضی وغیرہ میں ایسی بے مثال دسترس حاصل ہے کہ آپ

لایزال مولانا ابوالحسن محمد مختار صاحب مکتوبہ نام رقم السطور وغیرہ۔ یہ کتب گرامی ضلع ہزارہ بیرونہ و قلعہ سدھی

کی نظیر پیش کرنا مشکل ہے۔

حضرت سراج الفقہاء کے تلامذہ کی اس مختصر فہرست پر نظر ڈالنے سے واضح ہو سکتا ہے کہ آپ بیشک استاذ العلماء والمشاخ ہیں۔

حضرت سراج الفقہاء مرجع علماء ہیں، دور دراز کے لوگ حل مشکلات کے لئے آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں حتیٰ کہ دارالعلوم دیوبند کے مفتی میراث کے مشکل ترین مسائل کے حل کے لئے آپ سے استعانت اور رابطہ قائم کرتے رہے۔

۱۔ یہاں ایک واقعہ کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ مولانا غلام رسول سیدی صدر مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور نابھہ ۱۳۵۷ھ میں مولانا عبدالحق صاحب مدرس سراج العلوم خانپور سے قدوری، مراح الارواح اور قال اقول وغیرہ چھپتے تھے۔ اپنی دونوں مولانا جلال الدین دہلوی و علی محمد قمر خزن العلوم خانپور کی زیر اداوت نکلنے والے رسالے خزن العلوم میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں مجدد مائتہ حاضر حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی پر تنقید کی گئی تھی اور اس میں ایک جگہ اس قسم کا عقار "مولانا احمد رضا کے نزدیک حضور علی اقر تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تصریحات ذاتیہ مان لینے سے شرک لازم نہیں آتا۔" اور سند کے لئے "الامین والعلی" کی عبارت پیش کی گئی تھی وہ یہ تھی۔

"اگر کہے کہ اللہ پھر رسول خالق السموات والارض ہیں، اللہ پھر رسول اپنی ذاتی قدرت سے مازنی جہاں میں تو شرک نہ ہوگا۔" (الامین والعلی ص ۲۱۹)

اس مضمون کو پڑھ کر مولانا سیدی کو سخت تعجب ہوا۔ امتاذاً مہتمم کو یہ عبارت دکھائی، انہوں نے فرمایا کہ اصل کتاب نکال کر دیکھیں چاہیے۔ اس سے اُنکے مولانا سیدی کی زبانی سنئے۔

جب اصل کتاب کو دیکھا تو میں دیا بندہ کی ایمان داری، راست گوئی اور عصمتِ قلم پر حیران رہ گیا۔ اصل معاملہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت مولوی اسماعیل دہلوی کی تقویت الایمان کی ایک عبارت کا رد فرما رہے ہیں۔ رد کا خلاصہ یہ ہے کہ "اور" اور "پھر" کے فرق سے شرک مندرج نہیں ہوتا چنانچہ فرمایا۔

اگر کوئی یوں کہے کہ اللہ و رسول خالق السموات والارض ہیں، اللہ و رسول اپنی ذاتی قدرت سے مازنی جہاں میں تو شرک نہ ہوگا؟ اور اگر کہے کہ اللہ پھر رسول خالق السموات والارض ہیں، اللہ پھر رسول اپنی ذاتی قدرت سے مازنی جہاں میں تو شرک نہ ہوگا؟ (الامین والعلی ص ۲۱۹)

جب حق واضح ہو گیا تو مجھے سخت رنج و غصہ لاحق ہوا اور میں نے سوچا کہ خزن العلوم جاکر مولوی دہلوی صاحب

(بقیہ حاشیہ ص ۱۵ پر)

حقیقت یہ ہے کہ آپ سبھر علمی کے اعتبار سے نادر روزگار شخصیت ہیں۔ آج اگر کوئی شاہ جہان ایسا علوم دینیہ کا قدردان نہ ہوتا تو آفتاب پنجاب مولانا عبدالحق سبھر کوئی کی طرح آپ کو چاندی میں توڑتا۔ لیکن افسوس کہ وہ خود تو اپنی کم آمیزی اور عزت پسندی کی وجہ سے پردہ خفایں رہے اور زمانے نے ان کے بارے میں ژرف نگاہی سے کام نہ لیا۔

تصنیفات

چونکہ آپ کا زیادہ تر وقت تدریس و افتاء میں صرف ہوا اس لئے تصنیف و تالیف کی طرف

بقیہ حاشیہ ص ۱۵

سے گفتگو کروں کہ انہوں نے خائن، بدویات، اہل حق و غیرہ کی تحریروں سے کیوں اپنے رسالے کو سوا کیا۔ چنانچہ میں چند مافیہوں کے ساتھ خزن العلوم پنجاب، وہاں در خواستی صاحب اس وقت حدیث شریف کا سبق پڑھا رہے تھے۔ فارغ ہونے پر ہم ان سے ملے۔ مضمون نویس کی خیانت بیان کی اور ثبوت میں "الامین والعلی" پیش کی کہنے لگے تم مضمون نویس کو خط لکھو۔ میں نے کہا وہ نہ جانے کہاں ہے۔ ہم اس سے کیسے رابطہ قائم کریں اور مراسلت میں نہ جانے کتنا وقت لگے۔ آپ یہاں موجود ہیں آپ اس مضمون کے بارے میں ہیں کیوں مطمئن نہیں کر دیتے۔ پھر وہی جواب ملا۔ میں نے کہا آپ اپنی زیر اداوت شائع ہونے والے مضامین کے ذمہ دار نہیں ہوتے؟ جواب دیا۔ کیوں نہیں ذمہ دار ہوتے ابھی وہ مرنے نہیں گیا۔ اسے لکھو اس نے جواب دیا تو ہم دیں گے۔

پھر پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ بتلایا کہ سراج العلوم سے۔ پھر معرفت اور کمال تکبر سے کہا تمہارے مدرسہ کے مہتمم کا تو یہ حال ہے کہ میں نے اس سے لائق، مہنوق اور مدح کی تعریف پوچھی تو وہ نہ آئی۔ میں نے جواب دیا اس کا تو مجھے علم نہیں البتہ یہ معلوم ہے کہ آپ کے ہاں جو میراث کے مسائل حل نہیں ہوتے۔ وہ سراج الفقہاء مولانا سراج احمد صاحب کے پاس بھیج کر حل کر لئے جاتے ہیں۔ کہنے لگے کیا ہوا۔ آدمی کا جو ناٹوٹ جاتا ہے تو وہ موی کے پاس مرمت کرانے چلا جاتا ہے۔ میں نے کہا یہ بتلائیے کہ عالم کے لئے میراث کے مسائل جاننا ضروری ہے یا جو مرمت کرنے کا فن جاننا مطلب یہ تھا کہ اگر اول شوق تسلیم ہے تو آپ کے مدرسین جاہل ہیں اور اگر شوق ثنائی تسلیم ہے تو آپ کو مع مدرسین کے اس فن میں ماہر ہونا چاہیے، میرا یہ جواب سنتے ہی غصہ میں آپ کو سے باہر ہو گئے اور کہنے لگے میرے سامنے اجتہاد کرتے ہو چلوں گے یہاں سے۔ (مکتوب مولانا سیدی بنام راقم سارا جنوری ۱۳۵۷ھ)

زیادہ تو جہ نہیں ہوئی۔ اس کے باوجود سراج اہل القبلة کے نام سے علم فرشتہ (میراث) وصیت اور مہنقات پر آپ کی ضخیم تالیف ہنوز منظرِ شاعت ہے جس کا خلاصہ الذیلۃ السراجیہ فی علم المہنقات والمیراث والوصیت کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ یہ کتاب واصل تین سال کا مجموعہ ہے۔ اہل علم ان کی اہمیت اور خوبی سے صحیح طور پر آشنا ہو سکتے ہیں۔ جن حضرات نے ان مسائل کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ مسائل کو کس مددگی سے بیان کیا گیا ہے اور ان مسائل کو جدید اصول و قواعد اور انداز بیان کی سلاست سے کس طرح مزین کیا گیا ہے۔

آپ کی دوسری غیر مطبوعہ تالیف سراج الفتاویٰ ہے جس میں وہ سنیگروں فتاویٰ مندرج ہیں جو وقت فوقتاً آپ کی خدمت میں پیش کئے جاتے تھے اور آپ دلائل فقہیہ کی روشنی میں انہیں حل فرماتے۔ آپ کے اکثر فتوؤں کی بنا پر سابق ریاست بہاولپور میں عدالتی فیصلے ہوتے رہے ہیں۔ خدا کرے کہ یہ فتاویٰ طبع ہو جائیں تاکہ تحقیق کے متلاشی ان سے استفادہ کر سکیں اور حضرت سراج الفقہاء کی پوری زندگی کی علمی کوششوں کا پتہ لیں گوشتہ گمشامی میں نہ پڑا رہے۔

اسان تحقیق و تدقیق کے نیرِ اعظم اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز

سے

استفتاء

قدوة الفضلاء سراج الفقہاء بیان فرماتے ہیں کہ در غالب علمی میں بیات ہمارے ذہن میں بنیادی گئی تھی کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی (قدس سرہ العزیز) کی کتابیں پڑھنا نا جائز ہے۔ ان کی تصنیفات کو علم و تحقیق سے کوئی علاقہ نہیں ہوتا۔ وہ تو صرف چند مروجہ رسومات و بدعات کے مجوز ہیں۔ ان کی علمیت کا مدار بھی امور ہیں اور ان کی تصنیفات صرف میلاد، قیام میلاد، فاتحہ، عرس، گیارہویں، نذر و نیاز اور نذر اللہ وغیرہ امور بدعیہ سے متعلق ہیں چنانچہ عام طلباء کی طرح میں بھی ان کے نام تک سے متنفر تھا۔ میں نے بعض لوگوں سے ان کے تبرع علمی کی باتیں سن رکھی تھیں جنہیں ہمارے حلقے میں مریدین و معتقدین کی عقیدت اور غلو سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر عنایت شامل حال تھی کہ ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے حضرت سراج الفقہاء ایسی شخصیت کے ذہن میں غلیظ انقلاب پیدا کر دیا اس کی تفصیل خود ان کی زبانی سنئے۔

حسن اتفاق سے مجھے رسالہ میراث کی تصنیف کے دوران ایک مسئلے (ذوی الارحام کی صنف رابع کے حکم) میں الجھن پیدا ہوئی۔ میں نے اس کے حل کے لئے دیوبند، سہارن پور، دہلی اور دیگر علمی مراکز میں خطوط لکھے کہیں سے بھی تسلی بخش جواب نہ آیا سب نے "سراجی" پر ہی اتکا کیا۔ میں نے یہ سوچ کر کہ اس میں حرج ہی کیا ہے

وہ سوال مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے پاس بھی بھیج دیا۔ ایک ہفتے کے اندر مولانا کی طرف سے جواب آگیا۔ انہوں نے مسئلے کو اس طرح حل کیا کہ تمام کتب کے اختلافات اور شکوک و شبہات رفع ہو گئے۔

اب آپ حضرت سراج الفقہاء کا استفتاء اور فقیر اہل اعلیٰ حضرت امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کا وہ انقلاب آفرین نادر و غیر ملبوع فتویٰ ملاحظہ فرمائیں جس نے وقت کے ایک بہت بڑے محقق کو نہ صرف ذہنی اطمینان بخشا بلکہ ایک نئی راہ پر ڈال دیا۔

اعلیٰ حضرت کے دستِ اقدس کا لکھا ہوا فتویٰ دستیاب نہیں ہو سکا بلکہ سنا ہے کہ گم ہو چکا ہے یہ تو جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی علم دوستی کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے چند سال قبل جناب صاحبزادہ سید محمد فاروق القادری ایم۔ اے سجادہ نشین شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خاں کے ذریعے اس فتوے کی نقل حاصل کر لی تھی ورنہ شاید یہ مبارک فتویٰ کبھی بھی منظر عام پر نہ آ سکتا۔ چونکہ یہ فتویٰ نقل سے نقل شدہ ہے اس لئے اس کی تصحیح میں بڑی جانفشانی سے کام لینا پڑا۔ حواشی راسم الحروف کے لکھے ہوئے ہیں جن میں عربی عبارات کے ترجمہ کے علاوہ بعض کتابوں کے صفحات کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔ نیز استفتاء کے اختصار کے پیش نظر اس کا مطلب تفصیلاً بیان کر دیا ہے۔

سوال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بخدمت مجدد زمانہ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب۔ بعد ترجیح بقرب الدرہ اولاد قوت قرابت ثم الولدیت عند اتحاد الجہتہ سے ترجیح۔ مگر و المختار میں عند اختلاف الجہتہ بھی ولدیت سے ترجیح منصوص (مذکور) اور قوت قرابت سے بھی ترجیح عندودین بحث فرمائی صنف رابع میں قاعدہ مفتی بہ تحریر فرمادیں تاکہ رسالہ میں لکھوں بتینوا تو جروا۔

تفصیل سوال از مرتب

ذوی الفروض وہ رشتے دار ہیں جن کے حصے شریعت میں مقرر ہیں ان کی تعداد بارہ ہے نصبات وہ رشتے دار ہیں جو ذوی الفروض سے باقی ماندہ مال لیں اور تنہا ہوں تو سب مال لے لیں۔ ذوی الارحام وہ قریبی ہیں جو نہ تو ذوی الفروض ہوں اور نہ نصبات۔

ذوی الارحام کی چار قسمیں ہیں چوتھی قسم وہ افراد ہیں جو میت کے دادا، دادی، نانا، نانی کی طرف منسوب ہوں مثلاً چچا، پھوپھی، ماموں خالہ اور جو افراد ان کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوں۔ سوال مذکور اسی چوتھی قسم کی اولاد میں تقسیم میراث سے متعلق ہے۔

سراجی میں ہے (۱) جو شخص میت کے زیادہ قریب ہو خواہ اس کا تعلق باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے زیادہ حقدار ہے۔

(۲) کسی شخص قریب میں مساوی ہوں اور قرابت بھی متحد ہو یعنی سب باپ کی طرف سے متعلق ہوں یا سب ماں کی طرف سے تو قوی قرابت والا مستحق ہو گا مثلاً میت کی تین پھوپھیوں کی اولاد تھی ایک پھوپھی اس کے والد کی سگی بہن تھی دوسری پھوپھی تیسری مادری اگرچہ یہ تمام اولاد درجے میں برابر ہے اور جہت بھی ایک ہے لیکن پہلی پھوپھی کی اولاد کی قرابت قوی ہے اس لئے صرف وہی وارث ہوگی۔

(۳) کسی شخص قریب درجہ اور قوت میں برابر ہوں جہت بھی ایک ہو تو عصبرہ کی اولاد مستحق ہوگی مثلاً سگے چچا کی بیٹی اور سگی پھوپھی کا بیٹا باقی ہو تو کل مال چچا کی بیٹی کو ملے گا کہ وہ عصبرہ کی اولاد ہے۔

(۴) چچا اور پھوپھی میں سے کسی ایک کا تعلق قوی ہو تو اس کی اولاد ظاہر الروایت میں وارث ہوگی مثلاً پھوپھی باپ کی سگی بہن ہے اور چچا صرف باپ کی طرف سے بھائی ہے تو دراثت پھوپھی کی اولاد کو ملے گی۔ سوال مذکور کے الفاظ "بعد ترجیح بقرب الدرہ اولاد قوت قرابت ثم الولدیت عند اتحاد الجہتہ سے ترجیح" اسی تفصیل کی طرف مشیر ہیں۔

(۵) متعدد اشخاص قریب درجہ میں مساوی ہوں لیکن ان کی جہت قرابت مختلف ہو یعنی بعض

باپ کی طرف سے رشتہ دار ہوں مثلاً چچا کی اولاد اور بعض ماں کی طرف سے مثلاً ماموں یا خال کی اولاد تو "سراجی" کے مطابق "فلا اعتبار لقوة القرابة ولا لولد العصبية" فی ظاہر الروایۃ "رس ۴ مطبع سعیدی کراچی" یعنی اب نہ تو قوت قرابت کا اعتبار ہے اور نہ ولد عصبیہ کا۔

لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ قول مذکور نقل کر کے فرماتے ہیں۔

لكن ذكر بعده في معراج الدراية عن شمس الائمة ان ظاهرا الرواية ان ولد العصبية اولي، اتحد الحيز او اختلف فبنت العم لابوين اولي من بنت الخال وانه وافقه السمرقاني ثم قال وفي صند السراج الاخذ برواية شمس الائمة اولي اه (رد المحتار جلد ۵ ص ۵۲۶ مطبع کبریٰ مصر ۱۳۲۲ھ)

معراج الدراية میں شمس الائمہ سے مروی ہے کہ ظاہر الروایہ میں ولد عصبیہ اولیٰ ہے۔ جہت متقد ہو یا مختلف لہذا سگے چچا کی لڑکی ماموں کی لڑکی سے اولیٰ ہے۔ تفریحاتی نے اس کی موافقت کی۔ صند السراج میں ہے کہ شمس الائمہ کی روایت کو اختیار کرنا اولیٰ ہے۔ اس کے علاوہ علامہ شامی نے اور بہت سی کتابوں کے حوالے ذکر کئے۔

سوال مذکور میں مگر رد المحتار میں عند اختلاف الجہتہ بھی ولدیت عصبیہ سے ترجیح منصوص کے الفاظ سے تفصیل سابق کی طرف اشارہ ہے۔

علامہ شامی نے "العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ" میں فرمایا۔

من قال يرجح ولد العصبية على ولذى الرحم يلزمه ان يرجح لبقوة

القرابة ايضا لانها اتوى فتامل وراجع (۳۲۱ ص ۳۲۱)

جس نے ولد عصبیہ کو ولد ذی رحم پر ترجیح دی اسے لازم ہے کہ قوت قرابت سے بھی ترجیح دے۔ سوال مذکور کے الفاظ اور قوت قرابت سے بھی ترجیح عقود میں بحث فرمائی گا اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔

الجواب

یہاں دو مسئلے ہیں اول سجات اختلاف نیز بھی ولد وارث کو ترجیح ہے یا نہیں۔ دوم اگر ہے تو قوت قرابت بھی مرجح ہے یا نہیں۔

مسئلہ اولیٰ کو علامہ خیر الدین ربیع نے فتاویٰ خیر یہ لنفع البریۃ پھر علامہ شامی نے عقود الدریۃ میں صاف فرمادیا ہے کہ دونوں کو ظاہر الروایۃ فرمایا گیا اور ترجیح متون کی التزامی ہے اور جانب اثبات مرجح تصبیحات تو معتدی ہی ہے کہ ولد وارث مرجح ہے اگرچہ چیز مختلف ہو۔ عقود الدریۃ سائل فاضل بدایہ اللہ تعالیٰ کے پیش نظر ہے اور فقیر نے خیر یہ سے مقابلہ کیا۔ اس کی عبارات تمام ہا عقود میں منقول ہیں۔ ان دونوں عبارتوں سے استفادہ کہ قول اول یعنی عدم ترجیح کو اکابر مشہر نے ظاہر الروایۃ کہا اور سراجی و صاحب ہدایہ و متن کنز و ملتقی و اکثر شروح کنز و ہدایہ نے اس پر مشی کی اور اس بنا پر کہ وضع متون نقل مذہب کے لئے ہے، علامہ حامد آفندی عالم متاخر نے اس کو اختیار کیا۔

اقول اسی پر فاضل شجاع بن نور اللہ انقروی مدرس اور نے اپنی کتاب حل المشكلات تصنیف ۹۶۷ھ میں مشی کی۔ حیث قال بنت عم لابوين ومبنت خال لام يقسم اثلاثان لقوة القرابة وولد العصبية غير معتبرة بين فريق الاب وفريق الام۔ ۱۵ بالتلخیص بعد کے بہت متاخر مسائل مثل مختصر الفرائض مولوی نجات حسین بن عبد الواحد الصدیقی البریلوی تصنیف ۱۲۸۷ھ وزبدۃ الفرائض مولوی عبد الباقی بن رستم علی بن علی صفر قنوجی اس طرف ہی جانا چاہیں کہ ان کا ماخذ سراجیہ ہے۔ اول کی عبارت یہ ہے وان كان واسطة قرابتهم مختلفه فشلت السبل لقوابة الاب وثلثه لقوابة الام ولا اعتبار لقوة القرابة وولایۃ العصبية

۱۔ ترجیح اور عدم ترجیح کے قول کو کتب مغلطہ میں ۱۲ ۱۳ یعنی صریحی نہیں ۱۴۔ تھ کہ ولد عصبیہ کو ترجیح ہے ۱۵۔ سگے چچا کی بیٹی کو سگے والدہ کے علاوہ زنا دہانی ماموں کی بیٹی کو سگے دیا جائے گا۔ کیونکہ والدہ اور والدہ کے فرقی میں قرابت کی قوت اور ولد عصبیہ پر نامتبر نہیں ۱۶۔ اگر قرابت کا واسطہ مختلف ہو تو وہابی باپ کی قرابت کو اور ایک تہائی ماں کی قرابت کو دیا جائے گا۔ قوت قرابت اور ولد عصبیہ کا اعتبار نہیں ۱۷۔

عبارت دوم کی یہ ہے۔ "و اگر ہم درجہ قرابت برابر باشند و درجہ قرابت مختلف کہ بعض از جانب آب بوند و بعض از جانب اُمّ دریں ہنگام در ظاہر الروایت مرقوت قرابت و ولد عصہ را اعتبار نہ باشد پس ولد عم ایمانی از ولد خال یا خالہ علاقائی انجانی اولیٰ نبود کہ قوت قرابت ولد عم را اعتبار نیست و ہم چنین نسبت عم ایمانی از نسبت خال یا خالہ ایمانی اولیٰ نباشد کہ ولد عصہ را اعتبار نیست بر قیاس آنکہ عم ایمانی از خالہ علاقائی یا انجانی اولیٰ نبود با وجود آنکہ عم ایمانی ذو قرابتین است۔ و ولد وارث از جہتین آب و اُمّ زیرا کہ پدر او جدّ صمیم است، ام او جدہ صمیمہ است"

اسے ظاہر الروایت کہنا اویہ دلیل کہ ان دونوں کتابوں میں ہے بعینہ سراجی سے مانوڑ ہے اور علامہ سید شریف نے اسے مقرر رکھا مدقّق علاقائی نے در مختار میں اس کو مختار رکھا یوں کہ قول متن "و اذا استووا فی درجۃ قدم ولد الوارث" میں واحدات الجہۃ کی قید ہر معادی اور آگے فرمایا فلا تختلف فلقرابۃ الاب الثلثان ولقرابۃ الام الثلث علامہ سید محمد مصری طحاوی نے اسے مقرر رکھا بلکہ تصریح کی کہ ان اختلاف حیث القوابۃ فلا عبرۃ للاقویٰ و لا لولد المعصبۃ علامہ شیخی زادہ نے مجمع الانہر میں نص ملتقی پر تقریر کی۔

یہ عبارات ہیں جو اس قول پر نظر حاضر میں ہیں اور یہاں چند ضروری تعبیرات ہیں۔ فاقول ظاہر عبارت خیر یہ سے متوہم ہوتا ہے کہ یہ قول ہدایہ و کنز میں ہے اور ان دونوں کے اکثر شرح سے اس پرستی کی پھر ملتقی و سراجیاس پر ہیں۔ فلہذا علامہ حامد آفندی نے اسے مسئلہ متون قرار دیا مگر اولاً وہ ہدایہ میں نہیں بلکہ امام برہان الدین صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب فرائض عثمانی میں کہ رسالہ فرائض شیخ عثمانی کا تکرار ہے ذکر فرمایا۔ ہدایہ میں سرے سے کتاب الفرائض ہے ہی نہیں حالانکہ اس کے ماخذ ثانی مختصر القوری میں

لے اگر درجہ قرابت میں برابر ہوں اور قرابت کی جہت میں مختلف یعنی بعض ایک طرف سے ہوں اور بعض ماں کی طرف سے اس وقت ظاہر الروایت میں قوت قرابت اور ولد عصہ کا اعتبار نہ ہوگا (اسکے بعد چند مثالوں کا ذکر ہے) ۱۲

فرائض ہے۔ ردالمحتار میں ہے۔ ہذا ظاہر الروایت کما فی السراجیہ والفرائض العشانیۃ لصاحب الہدایۃ۔ ثانیاً شروع ہدایہ سے کفایہ امام کرمانی و غایہ امام اکمل و بنایہ امام عیسیٰ و غایۃ البیان القانی و نتائج الافکار قاضی زادہ تکملہ فتح القدیر پیش نظر ہے۔ ان میں مثل ہدایہ کے منسوخات نہیں اور معراج الدرایہ میں قول دوم کی تصحیح نقل کی غائبانہ زیادت کتاب الفرائض میں ہو جس طرح غائبانہ نے اسے تکمیل اضافہ کیا اور محقق بابر قی نے اس کی تلخیص میں پھر خلافت فرمادیا تو ظاہر غالب شروع ہدایہ کا سبق قلم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ثالثاً کنز کی عبارت یہ ہے "و ذو رحم و هو قریب لیس بذی سهم و عصبۃ (الی ان قال) و ترتیبہم کترتیب العصبات والترحیم بقرب الدرجۃ ثم بكون الاصل وارثا و عند اختلاف جہۃ القوابۃ فلقرابۃ الاب ضعف قرابۃ الام" حضرت شامی نے اس میں محل استدلال جملہ اخیرہ کا اطلاق اور اس بناء پر اسے متون و مشروح کی طرف نسبت کیا جانا بتایا ہے۔ ردالمحتار میں بعد عبارت مذکورہ آنفا ہے "و هو ظاہر اطلاق المتون والشرح حیث قالوا وعند اختلاف جہۃ القوابۃ فلقرابۃ الاب ضعف قرابۃ الام فلم یضر قوا بین ولد المعصبۃ وغیرہ" اقول یہ جملہ ان دو قاعدہ ترجیح کے بعد مذکور ہے وہ قواعد عامہ تھے کہ جمیع اصناف واحوال ذوی الارحام کو شامل تھے تو یہ قطعاً ان سے مفید ہے۔ وگرنہ اختلاف کے وقت قرب درجہ سے بھی ترجیح نہ ہوا درود بالا جماع باطل ہے۔ و علی النزل وہ دونوں قاعدے بھی مطلق ہیں و ہاں بھی اختلاف و اتحاد جہت سے فرق نہ فرمایا تو یہ اطلاق اس اطلاق کے معارض ہے۔

لے یہ عبارت اس طرح ہونی چاہیے۔ غائب شروع ہدایہ کہنا خیر یہ کا سبق قلم ہے ۱۲

لے ذورم و قریبی ہے جو صاحب فرض اور عصہ و ہوان کی ترتیب عصبات کی طرح ہے اور ترجیح قرب درجہ سے ہوگی۔ پھر اصل کے وارث ہونے سے اور جہت قرابت مختلف ہوئی تو باپ کی قرابت کو ماں کی قرابت کی نسبت دو گن حصہ لگا ۱۲۔

لے یعنی پہلے قرب درجہ سے ترجیح ہوگی پھر اصل کے وارث ہونے سے ۱۲۔

رابعاً مختصر امام اجل قدوری میں صاف فرمایا: ذوی الارحام کے اقسام بیان کر کے حکم عام ارشاد فرماتے ہیں: "واذا استوی وارثان... فی درجتہ واحدة فاولسہم من ادلی بوارث واقربہم اولی من بعدہم"

خامساً اسی طرح متن تنویر الابصار میں تمام اقسام ذکر کر کے فرمایا: "واذا استودا فی درجتہ قدم ولد الوارث واذا اختلفت الفروع والاصول اعتبر ہمد فی ذالک الاصول وقسم علیہم اثلاثاً" اس نے بھی صاف کر دیا کہ بعد استواء درجہ تقدم ولد وارث کا حکم عام ہے۔ اس کے بعد مسئلہ اختلاف جہت نہ لائے جس سے اشتباہ ہو بلکہ مسئلہ اختلاف اصول ذکورۃ وانوثرۃ یہی نکتہ ہے کہ ان تینوں متون اعمیٰ قدوری، کنتز و تنویر یہاں قوت قرابت کی ترجیح ذکر نہ فرمائی و منظور افادۃ قواعد عامہ ہے اور وہ عام نہ تھی بلکہ اتحاد (جہت) سے خاص ہذا ینبغی ان یفہم کلام الکوام۔

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ "واذا استودا فی درجتہ" کے بعد درختار کا "واحدت الجہتہ" زائد کرنا قول اول کی طرف ان کا میل خلاف متن ہے۔

سادساً ہدایہ، وقایہ، نقایہ و اصلاح غزراں تینوں میں مسئلہ کا ذکر ہی نہیں قدوری کنتز، تنویر کا حال معلوم ہوا۔ سراجیہ ابتدائی کتاب ہے مگر اصطلاح فقہ پر متن نہیں اس کا مرتبہ فتویٰ غایت درجہ شروح کا ہے جیسے مینیہ و اشتباہ بھی ابتدائی کتب ہیں اور مرتبہ متون میں ہرگز نہیں بلکہ فتاویٰ ہیں کما بینا کہ فی فتاوانا متون وہ مختصرات ہیں کہ انہوں نے

۱۔ جب دو قریبی ایک درجے میں برابر ہوں تو وارث کے ذریعے (میت کی طرف) منسوب ہونے والا اولیٰ ہرگا اور (ذوی الارحام) میں سے اقرب کو اہل پر ترجیح ہوگی۔

نوٹ: قدوری کے عام نسخوں بلکہ مطبوعہ مقبباتی میں اس جگہ عبارت غلط ہے۔ ان میں عبارت اس طرح ہے: "واذا استوی ولداً ب فی درجتہ الخ" صحیح عبارت یہی ہے جو نقل کی گئی جو بروایت قدوری مطبوعہ مقبباتی میں اسی طرح ہے ۱۲۔

مختص بہب کے لئے لکھے جیسے مختصرات طحاوی و کرجی و قدوری۔ سراجیہ میں بکثرت روایات نادرہ بلکہ حسن اقوال مشائخ کے ذکر تک تنزل ہے لاجرم علامہ سید شریف نے نقل فرمایا کہ سراجیہ در حقیقت لافض امام احمد علاء الملت والدین مرقندی کی شرح ہے۔ ان المصنف لما خرج من عنانہ الی بخارا وحید فیہا الفرائض المنسوبۃ الی القاضی الامام علاء الدین السمرقندی فی وقتین فاستحسنہا واخذ فی تصنیف ہذا الكتاب شرحا لہا و قد رہی مگر ایک متقی اس میں بے شک یہ قول مصرح ہے حیث قال "یرجعون بقرب الدرۃ ثم بقوة القرابۃ ثم بكون الاصل وارثاً عند اتحاد الجہتہ" تو اسے مسئلہ متون مقرر کر قول ثانی پر ترجیح دینی صحیح نہیں بلکہ اکثر متون قول ثانی پر ہی ہیں۔

سابعاً۔ شروح ہدایہ کا حال معلوم ہوا۔ اور شروح کنتز نے مسئلہ متن مقرر رکھا اور اس کا مفاد ظاہر ہوا و الحمد۔

قول دوم کو مبسوط امام شمس اللامۃ سرخسی، فتاویٰ امام قمر تاشی و مجمع الفتاویٰ و فتاویٰ علامہ میں ظاہر الروایت و مذہب کہا۔ موارث الملتقط للامام نصر و تاتارخانیہ میں اسی پر مبنی کی۔

فتاویٰ السراجی میں ہے عیادہ الفتویٰ، جامع المسفرات میں ہے ہوا صیح، معراج الدرایۃ میں ہے ہوا اولیٰ بالافہام علامہ محقق خیر الدین ربلی نے اس پر فتویٰ دیا۔

قول بلکہ مبسوط سرخسی جلد ثلثین ص ۱۸ میں ہے:

"اجمعنا انہ لو کان احد ہما ولد عصبۃ او صاحب فرض کان اولیٰ من الآخر انتہی (ای بقدم علی من لیس بعصبۃ ولا صاحب فرض)"

اور پھر مبسوط امام سرخسی اس کا فی امام حاکم شہید کی شرح حامل المتن ہے جس میں انہوں نے

۱۔ مصنف جب فرغاد سے ہمارا گئے وہاں دو ورق میں "فرائض" قاضی علاء الدین سمرقندی پائے مصنف نے انہیں پسند کیا اور ان کی شرح کے طور پر سرخسی گنا شروع کی رباب ذوی الارحام شریفیہ شرح سراجی مسئلہ ۱۹ ص ۱۹۰

تمام کتب ظاہر الروایت کو جمع فرمایا ہے۔ اس میں انہوں نے صرف ظاہر الروایت ہی نہ فرمایا بلکہ قول اول کے روایت نادرہ ہونے کی بھی تصریح فرمائی اسی طرح مکملہ البحر للعلامة الطوری میں ہے مندرجہ میں اسے مقرر رکھا۔ مبسوط کی عبارت یہ ہے۔

"ان كان احدهما ولد لعصبة او ولد صاحب فرض فعند اتحاد الجهة يقدم ولد العصبة وصاحب الفرض وعند اختلاف الجهة لا يقع الترجيح بهذا بل تعتبر المساواة في الاتصال بالميت وبما فيه فيما اذا ترك ابنة عم لاب وام او لاب وابنة عمه فالما مال كله لابنة العم لانها ولد لعصبة ولو ترك ابنة عم وابنة خال او خالة فلا ابنة العم الثلثان ولا ابنة الخال او الخالة الثلث لان الجهة مختلفة ههنا ولا يترجح احدهما بكونه ولد لعصبة وهذا في رواية ابن عمر عن ابی يوسف فاما في ظاهر المذهب ولد العصبة اولی سوا اختلقت الجهة او اتحدت لان ولد العصبة

اگر دونوں میں سے ایک عصبة یا صاحب فرض کی اولاد ہے تو اتحاد جہت کی صورت میں عصبة اور صاحب فرض کی اولاد کو تقدیم حاصل ہوگی۔ اختلاف جہت کی صورت میں اس سے ترجیح نہیں ہوگی بلکہ میت سے تعلق میں مساوی ہوں گے مثلاً ایک شخص کے چچا یا علاقہ چچا باپ کے پدری بھائی، کی بیٹی اور چھوٹی بیٹی کی بیٹی چھوڑ کر فوت ہوا تمام مال چچا کی بیٹی کو ملے گا کیونکہ وہ عصبة کی بیٹی ہے اور اگر ایک چچا کی بیٹی اور ایک ماموں یا خالہ کی بیٹی چھوڑ گیا تو چچا کی بیٹی کو دو تہائی اور ماموں یا خالہ کی بیٹی کو ایک تہائی ملے گا کیونکہ یہاں جہت مختلف ہے۔ دونوں میں سے ایک کو ولد عصبة ہونے کی وجہ سے ترجیح ہوگی۔ یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ابو عمران کی روایت ہے لیکن ظاہر مذہب میں ولد عصبة اولی ہے خواہ جہت مختلف ہو یا متحد کیونکہ ولد عصبة کامیت کے وارث سے زیادہ قریبی تعلق ہے گویا میت سے اقرب ہے۔ سوال اس بنا پر چاہیے کہ چھوٹی خالہ کی نسبت تمام مال کی زیادہ حق دار ہو کیونکہ چھوٹی دادا ایسے عصبة کی اولاد ہے جب کہ لڑکھانہ عصبة کی اولاد ہے نہ صاحب فرض کی کیونکہ وہ نانا کی اولاد ہے۔ جو آج اس طرح نہیں کیونکہ خالہ نانی کی اولاد ہے اور وہ ذات فرض ہے۔ اس اعتبار سے چھوٹی اور خالہ میں میت کے وارث سے متصل ہونے میں مساوات پائی جائے گی مگر خالہ کا جس وارث کے ذریعے تعلق ہے وہ ماں (نانی) ہے لہذا ماں کے حصے کی مستحق ہوگی۔ اور چھوٹی کا تعلق اس وارث کے ذریعے ہے جو باپ دادا لہذا باپ کے حصے کی مستحق ہوگی۔ اسی لئے ان میں مال کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے (دو حصے چھوٹی کے لئے ایک حصہ خالہ کے لئے) ۱۲

اقرب اتصالاً بوارث الميت فكانه اقرب اتصالاً بالميت

فان قيل فعلى هذا ينبغي ان العمة تكون احق بجميع المال من الخالة لان العمة ولد للعصبة وهو اب الاب والخالة ليست ولد لعصبة ولا ولد صاحب فرض لانها ولد اب الام قلنا لا كذلك فان الخالة ولد ام الام وهي صاحبة فرض فمن هذه الجهة يتحقق المساواة بينهما في الاتصال بوارث الميت الا ان اتصال الخالة بوارث هو ام فستحق فريضة الام واتصال العمة بوارث هو اب فستحق نصيب الاب فلهذا كان المال بينهما اثلاثاً۔

بعضیہ ہی مضمون تمام مکملہ بحر میں ہے اور ہندو میں لفظ اتصالاً بالمیت تک۔ اس میں امام طہیل نے دلیل قول اول کے جواب کا بھی افادہ فرمایا۔

اقول لا یقبح مع تحقق المساواة ان العمة اذا كانت لاب وام كانت ولد الوارث

یہاں تک عبارت قیاد علی عالمگیری جلد رابع صفحہ ۵۵ المعروف ہندو میں منقول ہے ۱۲
اول مساوات کے چھوٹے یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ سگی چھوٹی دو جہتوں سے وارث (دادا اور دادی) کی اولاد ہے یہ بات خالہ میں نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ میت ایک وارث نانی کی اولاد ہے اس لئے کہ یہ قوت قرابت ہے جس کا اختلاف جہت کی صورت میں اعتبار نہیں ہوتا جیسا کہ تمام اسباب فرائض نے تصریح کی۔ میں نے مکملہ بحر کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ
اول یہ جواب اس وقت نہیں بن سکتا جب خالہ ماں کے والد کی طرف سے بہن ہو کیونکہ وہ قلعہ وارث کی اولاد نہیں (لہذا چھوٹی کے مقابل یہ خالہ محروم ہونی چاہیے) سوال: یہ خالہ اس خالہ سے اقرب ہے جو ماں کی طرف سے بہن ہو چنانچہ اگر کوئی شخص ایسی خالہ میں چھوڑ کر فوت ہو جائے تو تمام مال پہلی کٹے گا اور دوسری محروم ہوگی چھوٹی سے دوسری خالہ کو محروم نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اس کے ساتھ ولد وارث ہونے میں شریک ہے۔ چھوٹی اضعاف کو محروم نہیں کر سکتی تو ضروری ہے کہ اقرب و پہلی خالہ کو بھی محروم نہ کرے۔ جواب: پہلی خالہ کی قوت، قوت قرابت ہے کیونکہ باپ کے ذریعے سے محبوب ہونا ماں کے توسط سے محبوب ہونے سے زیادہ قوی ہے لیکن اختلاف جہت کے وقت اس قوت کا اعتبار نہیں۔ لہذا چھوٹی کے ولد وارث ہونے والی قوت معارض کے بغیر باقی رہے گی لہذا کم ملے گا کہ چھوٹی خالہ کو محروم کر دے حالانکہ یہ مکملہ معلوم ہوا کہ جہات مختلفہ میں ولایت وارث بھی متبر نہیں۔

میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بتا ہوں کہ فقہائے کرام کے نزدیک خالہ کو چھوٹی کی موجودگی میں اس لئے تہائی حصہ (باقی حاشیہ صفحہ ۲۷ کے نیچے)

من كلا الجهتين ويستحيل هذا في الحالة لان هذا فتوة القرابة ولا نظر اليها عند اختلاف الحيز كما صرحوا به قاطبة نعم رأيتني كتبت على هامش تكملة البحر ما نصه -

بقية حاشية ۲۵

متا ہے کہ پھر بھی کو چچا کے اور خالہ کو ماں کے تمام مقام رکھا جاتا ہے۔ شمس الاثر نے فرمایا: پھر بھی چچا اور خالہ ماں کے مرتبہ میں ہے اور الیٰ تنزیل سے کہا چچا بمنزلہ باپ کے اور خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔ یہ بھی کہا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اکریت کے نزدیک اجتماع کے وقت پھر بھی کے لئے دو تہائی اور خالہ کے لئے ایک تہائی اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ پھر بھی کو باپ کی طرح قرار دیا جائے۔ اس اعتبار سے کہ اس کی قرابت باپ سے ہے اور خالہ کو ماں کی طرح کہ اس کی قرابت ماں سے ہے۔ ہمارے ملک کے قولی اور خالہ ماں کی طرح ہے، کی وجہ یہ ہے کہ قاعدے کی رو سے عورت کو عیب کسی مرد کے تمام مقام کیا جائے تو اپنے ہم مرتبہ مرد کے تمام مقام ہوگی۔ پھر بھی کا ہم مرتبہ مرد چچا وارث ہے لہذا اسے چچا کے تمام مقام کیا جائے گا اور خالہ کو اس کے ہم مرتبہ مرد و ماموں کے تمام مقام کیا جائے تو پھر بھی کے ساتھ وارث نہیں بن سکے گی اس ضرورت کے پیش نظر ہم نے اسے ماں کے تمام مقام کیا۔ لہذا اس طریقے سے پھر بھی کو دو تہائی اور خالہ کو ایک تہائی مال ملے گا۔ جیسکہ ماں اور چچا وارث ہوتے وقت صرف عیب مساوی اس طرح ہے تو پھر بھی کو ولایت عصبہ کی وجہ سے تریخ نہیں ہوگی کیونکہ اسے ولایت کی بجائے عصبہ کی جگہ قرار دیا گیا ہے۔ پھر بھی خالہ کو محروم نہیں کر سکے گی۔ کیونکہ خالہ کو مال کی جگہ رکھا گیا ہے اور ماں چچا سے محروم نہیں ہوتی۔ ان حالات میں تمام برابر ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اقامہ کی وجہ سے قرابت ایسا قریب عصبہ سے محروم نہیں کر سکتا۔ مثلاً ایک شخص ایک لڑکی اور چند پوتیاں چھوڑ گیا۔ نصف مال لڑکی کو، اور چھٹا حصہ پوتیوں کو ملے گا تاکہ دولت پورے ہو جائیں۔ کیونکہ انہیں لڑکی کے تمام مقام رکھا گیا ہے۔ لڑکی کے دس حصے سے دوری انہیں محروم نہیں کرے گی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص دو لڑکیاں ایک پوتی ایک پوتے کی لڑکی اور ایک پوتے کا لڑکا چھوڑ گیا۔ پوتی اور پوتے کی لڑکی کو مرد کے درجے میں رکھا جائے گا تاکہ اس کے ذریعے عصبہ بن جائیں۔ یہ وجہ ہے کہ خالہ و ماں کی سوتیلی بہن باپ کی طرف سے، پھر بھی کے ساتھ وارث بنتی ہے۔

ثم اقول تمام مقام قرار دینا صرف ذوات تک محدود ہوگا۔ اولاد کا یہ حکم نہیں ہے چنانچہ خالہ کی اولاد و ماں کی اولاد کی طرح نہیں ہوگی۔ دیکھئے خالہ کی اولاد میں مرد اور عورتیں برابر نہیں بلکہ مرد کو عورت کی نسبت دو گنا حصہ ملے گا (جبکہ اولاد میں مذکر و مؤنث برابر ہوتے ہیں) اس کی مثال ولایت عصبہ ہے کہ اولاد سے اولاد کی اولاد کی طرف منتقل نہ ہوگی جیسے کہ رد المحتار وغیرہ میں سلب الانہر وغیرہ سے ہے۔ بنا بریں چچا کی لڑکی کا لڑکا پھر بھی، ماموں یا خالہ کے بیٹے کی بیٹی سے مقدم نہ ہوگا۔ ۱۲

اقول لا یمشی اذا كانت الخالة اخت الام لاب فانها لاحظ لها من ولدیة وارث اصلاً لا یقال انها اقوی من الخالة لام فاذا مات عن خالة لاب واخوی لام احرزت الاولى جميع المال ولاشی للآخری والخالة لام لا یحببها العمة لاستوائها معها فی ولدیة الوارث فاذا لم تحجب الاضعف وجب ان لا تحجب الاقوی لانی اقول انها قوتها قوت قرابتها فان الانتفاء بالاب اقوی من الانتفاء بالام وهذه قوت لا نظر اليها عند اختلاف الجسمة فتبقى ولدیة العمة للوارث قوت بلا معارض فیلزم ان تحجب الخالة لاب وهو باطل فعلم ان ولدیة الوارث ایضا لا تلاحظ فی الجهات المختلفة

اقول وبالله التوفیق تو ریث الخالة مع العمة اثلاثاً عند الفقهاء رحمهم الله تعالى لاقامة العمة مقام العم والخالة مكان الام قال شمس الاثمة اعلم بان العمة بمنزلة العم والخالة بمنزلة الام وقال اهل التنزیل العم بمنزلة الاب والخالة بمنزلة الام ووجه قولهم ان الصحابة رضی اللہ عنہم اجتمعوا علی ان للعمة الثلثین وللخالۃ الثالث اذا اجتمعتا ولا وجه لذلک الا بان یجعل العمة كالاب باعتبار ان قرابتها قرابة الاب والخالة كالام باعتبار ان قرابتها قرابة الام ووجه قول علمائنا ان الاثنی متی اقيمت مقام ذکر فانها تقوم مقام ذکوری درجتها۔ والذکر الذی فی درجتها هو العم وهو الوارث فتجعل العمة بمنزلة العم۔ والخالة لو اقيمت مقام ذکوری درجتها وهو الخال سم توث مع العمة فلهذه الصنوة اقمناها مقام الام فالعمة توث الثلثین والخالة الثلث بهذا الطریق بمنزلة مالم تترك أما وعما (مختصراً) فاذا كان الامر علی هذا سقط تقدم العمة لولدیة العصبۃ فانها قد اقيمت مقام العصبۃ فضلاً علی الولدیة ولم تحجب الخالة لاقامتها مقام الام والام لا تحجب بالعم وفي

ہذا الحالات کلہن سواء۔ قدراینا ان مثل الإقامة تنعم المحجب بما هو اقوی اسبابہ
وهو قرب درجة الاثری ان من خلف بنتاً وبنات ابن فلہن السد من تکملة للثلاثین
لاقامتہن مقام البنت لا یجیبہن بعد درجتہن عن درجة البنت وكذلك اذا مات
عن بنتین وبنت ابن وبنت ابن ابن وابن ابن ابن لاشہما اقیمتا فی درجة الذکور کی
تنصب بہ فہذا هو السر فی وراثة الخالة لاب مع العبات واللہ تعالی اعلم ثم
اقول لا یذہب عنک ان ہذا الإقامة تقتصر علی الذوات ولا تعدی الی الاولاد
فالاد الخالة لا یجعلون کاولاد الام الاثری ان ذکورہم لا یساوون اناثہم بل
للذکور مثل حظ الانثیین وھذا کولدیة العصبۃ لا تسری من الولد الی ولد الولد
کما فی رد المحتار وغیرہ عن سبک الاشہر وغیرہ فان بنت العم لا یقدم علی
بنت ابن العمۃ او الخال او الخالة فاحفظ۔

باجملہ قول دوم پر ہی اکثر متون ہیں اور اسی کو اکثر نے ظاہر روایت اور مذہب فرمایا اور تصریح
صریح صرف اس کے لئے ہیں خصوصاً اکثر تصیمات علیہ الفتویٰ تو اسی پر اتنا دو واجب ہے اور
اس سے مدول ساقط و ذاہب، در مختار و تصحیح علامہ تاسم میں ہے "اما نحن فعلمنا
اتباع ما رجحوا وصححوہ کما لو افتونا فی حیاتہم واللہ تعالی اعلم۔"

مسئلہ ثانیہ: جب کہ یہاں اختلاف جہت کے وقت مذہب صحیح و مفتی نہیں ولدیت
وارث متبر ہے۔ آیا قوت قرابت خبر ہوگی یا نہیں؟ علامہ شامی نے نفی کو مفاد اطلاق روایت بنایا
اور خود اثبات کا استظہار کیا کہ قوت قرابت ولدیت وارث سے اقویٰ ہے جب یہ مقبر ہے تو
اُس کا اعتبار بدرجہ اولیٰ ہے۔ عبارت عقود سائل فاسئل کے پیش نظر ہے فقیر نے اپنے نسخہ
عقود پر یہاں یہ حاشیہ لکھا تھا۔

قولہ یلزم ان یرجم بقوة القرابة ایضا و انہا اقویٰ اقول قد اجمعوا فی
الروایات الظاہرة ان لا نظیر بقوة القرابة عند اختلاف الحیز فلا تقدم العمۃ الشقیقة
لہ ص ۳۹ پر ملاحظہ ہو۔

علی الخالة لام ولا الخالة العینیة علی العمۃ لام۔ وكون قوة القرابة اقوی
من ولدیة الوارث فی حیز واحد لا یوجب اعتبارہا عند اختلاف الحیز وھی
ساقطة الاعتبار فیہ خبریان الاضعف فی محل لكونہ محل جریانہ لا یستلزم
جریان الاقویٰ فیہ مع انعدام المحلیۃ لہ۔

والحق ان لا معنی لقوة القرابة فی حیز الا کون قریب ذاجہتین کالعینی او ذاجہۃ اقویٰ
کا علاقۃ مع الاخیانی ظاہران اجتماع الجہتین فی حیز لا ینفی الحیز الآخر و اذا کان نفس احد الحیزین یعنی
الابوی اقویٰ من الآخر یعنی الام ثم لم تورث قوتہ الغاء الحیز الآخر کیف تورث قوتہ جہتہ الغاء الآخر و لتعلیل قوتہ
القرابة انہا ہونی الحیز الواحد لا تقدم ذی حیز علی ذی حیز آخر لقوة قرابة فی حیز و لا یقدم الحیز الابوی
مطلقاً علی الامی مطلقاً۔ و ایضا لو نظر الی قوتہ القرابة لیتے لعاد نقضاً علی المقصود
فان الاقویٰ غیر معتبر عند اختلاف الحیز باجماع الروایات الظاہرة کیف
تعتبرون فیہ الاضعف ویؤول الامر الی الغاء کلا الترجمیین وھو خلاف ما قدم
انہ صحیح مفتی بہ و انما الجواب ما قدمت ان الاقویٰ لم یعتبر لعدم المحل فلا ینفی
الآخر مع حصول المحلیۃ و ذالک لان ولدیۃ العصبۃ تسقی من العصبۃ نقض
علی غیرہا مطلقاً و ان کان من غیر حیزہا کالعم یجب الخال فکذا ولدیۃ العصبۃ
و بہذا تغل الشبہتان معا یعنی وجوب اعتبار الاقویٰ کما ذہب الیہ العلامة
الشامی و وجوب اسقاط الاضعف بسقوط الاقویٰ کما قررنا فی الالزام واللہ تعالی اعلم
اس حاشیہ نے محمدہ تعالیٰ کشف شیبہ کر دیا۔ اس وقت مبسوط شمس الار
سرخی فقیر کے پاس نہ تھی۔ اب اس کے مطالعہ نے واضح کر دیا کہ وہ صرف اطلاق
روایت سرخی نہیں بلکہ خاص نص صریح ہے۔ بحث علامہ شامی مصادم نفس واقع ہوئی
اور بحث فقیر بحمد اللہ تقدیر نفس کے موافق آئی و لہ الحمد۔
مبسوط کا نفس لخص یہ ہے۔

فی ظاہر المذہب ولد العصبۃ ادلی سوا، اختلفت الجهة او اتحدت
 (الی ان قال، فان كان قوم من هؤلاء من قبل الام من بات الاخوان او
 الخالات وقوم من قبل لاب من بات الاعمام او العمات لام
 بین الفریقین اثلاثا سوا، کان من کل جانب ذو قرابتین او من احل الجانبین
 ذو قرابة واحدة، ثم ما اصاب کل فریق فیما بینہم بترجم جہتہ ذی القرابتین
 علی ذی قرابة واحدة ۱۲

یہ نص صریح ہے ولہذا الحمد کہ اختلاف بہت کے وقت ولایت وارث سے ترجیح ہے اور
 قوت قرابت سے نہیں تو اولاد مصنف راجع کا قانون صحیح و مقید ہے۔
 یقدم الاقرب مطلقا ثم ان اختلف الحیز فولد الوارث وان اتفق فالاقوی
 قرابة ثم ولد الوارث وبعد هذه الشرائط ان استحق الفریقان فلمفریق الاب الثلثان
 ولفریق الام الثلث . والله تعالیٰ ورسوله اعلم

بمحمد بن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بمحمد المذنب احمد رضا القادری عفی عنہ

لے ظاہر نص میں مذکور اول ہے خواہ بہت مختلف ہوں مگر ان کی جانب سے ایک جماعت ہونے لگا ماموں
 یا خالوں کی واکیں اور ایک جماعت باپ کی طرف سے مثلاً پھر بیویوں یا سوتیلی چچا و باب کے ماوری بھائی کی واکیاں تو
 مل فریقین میں ہی تصدیق میں تھیں کہ باپ کا ایک حصہ پہلے فریق کو اور دوسرے دوسرے فریق کو دینے جائیں گے، خواہ ہر
 جانب دو دو قرابتیں ہوں یا ایک جانب صرف ایک قرابت ہو۔ پھر ہر فریق کا حصہ ان میں تقسیم کیا جائے گا۔ ذوقرابتین
 کو ایک قرابت دینے پر ترجیح ہوگی۔ ۱۲

لے ملاحظہ ہوتا ہے مائیکل جلد رابع ص ۵۸۲ جلد ۳۰ ص ۲۱

لے اقرب بہر حال مقدم ہے پھر اگر جہت مختلف ہو تو ولد وارث کو اور اگر متحد ہو تو اقویٰ پھر ولد وارث کو ترجیح ہوگی
 ان شرائط کے بعد اگر دونوں فریق مستحق ہوں تو باپ کے فریق کو دو تہائی اور مال کے فریق کو ایک تہائی ملے گا۔ ۱۲

حضرت سراج الفقہاء

مولانا سراج احمد صاحب

فرماتے ہیں کہ:

اس جواب کو دیکھنے کے بعد مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ کے متعلق میرا انداز فکر یکسر بدل گیا۔
 اور ان کے متعلق ذہن میں جمائے ہوئے تمام خیالات کے تار و پود یکسر گئے۔ ان کے رسائل اور دیگر
 تصانیف مثلاً اکبر پڑھے تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے سامنے سے غلط عقائد و نظریات کے سارے
 جہاں بات آہستہ آہستہ اٹھ رہے ہیں۔

اسی دور میں احمد پور کے ایک مشہور فقیہ مولوی نظام الدین سے میری گفتگو ہوئی۔ یہ
 مولانا فقہ میں اپنے ہم عصر علماء سے ممتاز تھے اور کسی کو اپنا ہم عصر تصور نہیں کرتے تھے۔ عقیدہ کے
 اعتبار سے غیر متقدم تھے۔ قتادی رشیدیہ کے اس فتوے پر گفتگو ہوئی کہ حدیث صحیح کے مقابل
 قول فقہا پر عمل نہ کرنا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت کے رسالہ "الفضل النوہبی فی معنی اذ اصبح
 الحدیث فهو مذہبی" کے ابتدائی اوراق منازل حدیث کے انہیں سنائے تو کہنے لگے "یہ
 سب منازل فہم حدیث مولانا کو حاصل تھیں۔ افسوس کہ میں ان کے زمانہ میں وہ کہہ نہیں سکتا تھا۔ پھر
 پھر فقہ کے چند مسائل کے جوابات رسائل رضویہ سے سنائے تو کہنے لگے "علامہ شامی اور علامہ القادری
 مولانا کے شاگرد ہیں یہ تو انام اعظم شامی معلوم ہوتا ہے۔" حضرت سراج الفقہا فرماتے
 ہیں میں اس کے اس قول کی تصدیق کرتا ہوں کہ علامہ شامی کی بحث کو بیان فرما کر اپنی بحث
 کا اظہار کر کے فرمایا کہ الحمد للہ میرا فہم مطابق ظاہر الروایہ آیا۔ بقول اس وقت میرے پاس
 ملبسوط نہ تھی۔ اب اس کے مطالعہ نے واضح کر دیا کہ صرف الطلاق شرعی نہیں بلکہ خاص نص صریح ہے
 بحث علامہ شامی مصادم نص واقع ہوئی اور بحث فقیر محمد اللہ القادری نص کے موافق آئی۔ ولہذا الحمد

ناظرین اب حضرت سراج الفقہاء کے دو مکتوبات ملاحظہ فرمائیں جن سے ان کے خیالات کی واضح نشاندہی ہوتی ہے۔ یہ دونوں مکتوب مری جناب حکیم محمد سنی امیر سنی کے نام ہیں

مکتوب

مکرم و محترم مولانا صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نوازش نامہ ملا شکریہ! اعلیٰ حضرت مجددانہ حاضرہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمیت و فقہیت پر

مجھ سے مضمون لکھوانا

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

جب تک سارے علوم عقلیہ و نقلیہ میں باکمال نہ ہو فقہ میں ناقص ہے اور اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو ہر علم میں کمال تھا۔ مولوی نظام الدین فقید احمد پوری دہلوی جو فقہ میں اپنے ہم عصر علماء دیوبند وغیرہ سے اپنے آپ جیسا فائق کسی کو نہ جانتا تھا۔ فتاویٰ رشیدیہ کے اس فتویٰ پر کہ حدیث صحیح کے مقابل قول فقہاء پر عمل کرنا نہ چاہیے۔ میں نے سارا الفضل الودعی فی معنی اذ اصح الحدیث نہ ہوندا ہے۔ مصنفہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے ابتدائی اوراق منازل حدیث کے سناٹے تو گھایا یہ سب منازل فہم حدیث مولانا کو حاصل تھے۔ افسوس میں ان کے زمانہ میں وہ کربے خبر دیے فیض رہا۔ پھر چند مسائل فقہ کے جوابات رسائل رضویہ سے سناٹے تو کہنے لگا کہ علامہ شامی اور مفتاح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں۔ یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتا ہے۔

میں اس کے اس قول کی تصدیق کرتا ہوں کہ شامی وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔ میں نے جب سارا زبدہ سراجیہ فی علم المیراث والمیقات والوصیۃ تصنیف کیا تو صنف راجع ذوی الارحام میں رسائل میراث جو سراجی کے خوش چین ہیں سب نے لکھا کہ اختلاف جہت کے وقت قوت قریب ولایت حصہ سے ترجیح نہیں ہے مگر شامی نے فتویٰ دیا کہ علم عمر کی جہت سے ولد العصبہ خال خال کی جہت والے غیر عصبہ کے ولد کو محروم کرتا ہے۔ علامہ شامی نے العقود الدربۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ

میں فرمایا جن کے نزدیک لدعصبہ کو ترجیح ہے انہیں قوت قریب کو بھی ترجیح ماننا پڑے گا کیونکہ یہ زیادہ قوی ہے۔ اس کے متعلق اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں میں نے استفتاء بھیجا تو آپ نے فرمایا کہ تنقیح حامد پر میں نے اس کے برخلاف تحقیق لکھی مگر اس وقت مبسوط سرخسی میرے پاس نہ تھی۔ الحمد للہ نفس مززع ظاہر الروایہ میری تحقیق کے مطابق اسی میں آئی ہے یہ ہے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمودہ۔ جس پر ہر محقق اندازہ لگا سکتا ہے کہ فقہیت میں کتنے رفیع القدر تھے۔ کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ کی ظاہر الروایہ ان کی مؤید تھی۔

آپ نے جس فن میں قلم اٹھایا اس کے ارد کو مبہوت کر دیا۔ دیکھو رسالہ "حاجز البحرین" ردّ تبرج حسین دہلوی امام اہل حدیث۔ رسالہ فوز مبین ردّ حرکت زمین وغیرہ ہیں۔ فتویٰ میراث میں مجھے سائل فاضل بدادہ اللہ تعالیٰ کا خطاب دے کر دعا کی جو میری ہدایت کا باعث بنی کہ وہایت جو بابی استادوں کی شاگردی سے ملتی تھی اسی وقت سے جاتی رہی۔ الحمد للہ کل الحمد

سرور سراج احمد مکمن بیوی

مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۶۹ء

مفتی سراج العلوم۔ خان پور

مکتوب

میں نے تصنیف رسالہ کے وقت صنف راجع ذوی الارحام کا مسئلہ جو معرکہ الاراء تھا ہر ادارہ دیوبند سہارن پور دہلی وغیرہ کی طرف ارسال کیا۔ کسی سے جواب حل نہ آیا۔ آخر سرکار اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا پتہ ان کے رسائل سے معلوم ہوا تو ان کی خدمت میں وہ مسئلہ پیش کیا۔ سبحان اللہ حضرت کی وسعت علم و فہم پر تشریف بان جائیے کہ مسئلہ کا ایسا حل فرمایا کہ تمام اختلافات کتب اور شکوک و شبہات رفع ہو گئے اور دیگر فوائد علیہ کثیرہ پر مشتمل پایا جس سے علمائے متقدمین کی یاد تازہ ہوئی اور قلب کو سرد اور آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوئی۔ وہ مسئلہ ذیل ہے۔

مسئلہ اولیٰ ترجیح ولد العصبۃ عند اختلاف الجہتہ ہیں دو قول بیان فرما کر قول اول عدم ترجیح کا

ظاہر اطلاق متون شروع ہوئے شامی نے نقل فرمایا کہ کثر کی عبارت والتزجج بقرب الدرر ہے تم کو بون الاصل وارثا وعند اختلاف جہت القرابتہ فلقرابتہ الاب صنف قرابتہ الام میں جملہ اخیرہ عام ہے کہ ولد عصب ہو یا نہ ہو عند اختلاف الجہت قرابت اب کو صنف قرابت ام ہے بقولہ و ہون ظاہر اطلاق المتون والشروح سیٹ قالوا وعند اختلاف جہت القرابتہ فلقرابتہ الاب صنف قرابتہ الام فلم یفرقوا بین ولد العصبہ وغیرہ یعنی تزیج ولد العصبہ کو ہوگی۔ اسی طرح درمیانے فرمایا لیکن اعلیٰ حضرت نے یوں بیان فرمایا اقول یہ جملہ ان دو قاعدہ تزیج کے بعد مذکور ہے وہ قواعد عامہ تھے کہ جمیع اصناف واحوال کو شامل تھے تو یہ قطعاً ان سے مقید ہے ورنہ اختلاف جہت کے وقت قرب درجہ کو بھی تزیج نہ ہو اور وہ بالاجماع باطل ہے۔ و علی التزکزل وہ دونوں قاعدہ بھی مطلق ہیں۔ وہاں بھی اختلاف اتحاد سے فرق نہ فرمایا تو یہ اطلاق اس اطلاق کے معارض ہے۔

مسئلہ ثانیہ میں علامہ شامی کی بحث کو بیان فرما کر اپنی بحث کا اظہار کر کے فرمایا الحمد للہ میرا فہم مطابق ظاہر الروایۃ آیا۔ بقولہ اس وقت میرے پاس مبسوط نہ تھی۔ اب اس کے مطالعہ نے واضح کر دیا کہ صرف اطلاق سرخسی نہیں بلکہ خاص نفس مرتج ہے۔ بحث علامہ شامی مصادم نفس واقع ہوئی اور بحث فقیر بحمد اللہ تقدیر نفس کے موافق آئی ولہذا الحمد۔

نیز ذوی الارحام میں جب تخیص الطوائف مع تیسرے مشکل کام تھا۔ میں نے قاعدہ طائفہ بندی کر کے آسان کر دیا۔ جہاں میر سید شریف شرح سراجی میں صرف ایک لفظ کے اختلاف ہیں ایسی لغزش کھائی کہ عبارت شرح میں غلط تشریح کی۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا کمال فہم دیکھو کہ فتاویٰ رضویہ میں بطون کثیرہ کی مثال مع تخیص الطوائف تقسیم مع التیسرے کرتے ہوئے جواب نکالا۔ اس کو میں نے اپنے قاعدہ طائفہ بندی سے حل کیا جواب صحیح آیا۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ کوئی مدعی اس مثال کو بغیر دیکھے میرے قاعدہ طائفہ بندی کے نہیں نکال سکتا۔

افسوس صد افسوس کہ مجھے اعلیٰ حضرت کے وصال سے دو سال پہلے ان کا پتہ معلوم ہوا۔ صرف ایک مسئلہ صنف راجع ذوی الارحام مذکور کو حل کرا سکا اور باقی صنف ثانی، ثالث

ذوی الارحام ان سے حل نہ کرا سکا۔ ان کے بعد صنف ثالث کا فتویٰ خود کی تصدیق و تردید کے لئے حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب اور مولانا امجد علی صاحب سے مراسلات کو تار ہوا۔ اب تک کوئی جواب حل نہ آیا۔ لہذا اپنے رسالہ میراث میں اپنا فتویٰ لکھ کر فلیجر کر دیا۔

خلاصہ یہ کہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے فقہ فی الدین کی نعمت عظمیٰ سے نوازا تھا جس پر ان کا فتاویٰ رضویہ شاہد عدل اور برہان قوی ہے۔ آج ہمیں ایسا عالم دین نظر نہیں آتا جس سے ہم علمی الجھن دور کرائیں۔ اب ان کا فتاویٰ رضویہ ہے وہ بھی مکمل نہیں چھپا۔ صرف چار جلدیں چھپی ہیں اور باقی کے لئے آنکھیں ترس رہی ہیں۔

اگر اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی علم حدیث میں وسعت علمی دیکھنی ہو تو رسائل تقبیل الالبابین و حاجز البحرین الواقی من حج الصلوٰتین نذیر حسین و علوی امام اہل حدیث کے رد میں ملاحظہ کریں جس سے مولوی نذیر حسین طفیل مکتب نظر آتا ہے۔ اسی طرح وسعت علمی علوم معقولات فلسفہ ریاضی وغیرہ میں رسالہ "فوز مبہین" حرکت زمین کے رد میں دیکھو کہ نظام بطیموسی فیثا غوری کی ایسی تطبیق دی کہ نیوٹن جو فلسفہ حال کا امام مانا جاتا ہے شاگرد نظر آتا ہے۔

سراج احمد مفتی

مدرسہ دارالعلوم خانپور

مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۶۹ء

حضرت سراج الفقہاء | اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ
کے وصال کے بعد حضرت سراج الفقہاء بریلی شریف گئے۔ محدث
بریلی شریف میں | عظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب قدس سرہ

کے توسط سے حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب قدس سرہ مصنف
بہاد شریعت سے ملے۔ ان حضرات نے جب آپ کا رسالہ مبارکہ "الذبدۃ المستراجیہ"
دیکھا تو آپ کی علمیت و فضیلت سے بہت متاثر ہوئے اور نہایت عزت و تکریم سے
پیش آئے۔

حضرت قبلہ شیخ الحدیث قدس سرہ نے تقسیم ملک کے بعد پاکستان آکر
خاص طور پر کوشش کی کہ آپ دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور شریف
لاکھنؤ کو زینت بخشیں۔ لیکن حضرت سراج الفقہاء بوجہ تشریف نہ لے سکے۔

سراج الفقہاء غزالی زماں | غزالی زماں حضرت علامہ احمد سعید شاہ صاحب
کاظمی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ
بہاولپور نے متعدد دفعہ دوران تقریر فرمایا "سراج الفقہاء

عظیم نعمت الہیہ ہیں" علامہ کاظمی صاحب کو جب کبھی خانپور جانے کا اتفاق ہوتا ہے
تو حضرت سراج الفقہاء کی ملاقات کے لئے ضرور تشریف لے جاتے ہیں "سراج الفقہاء"
کا لقب حضرت علامہ کاظمی صاحب کا ہی عطا کیا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان بستیوں کو تادیر ہمارے سروں پر سلامت رکھے اور ان کے فیوض و برکات
سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حاشیہ صفحہ ۳۰

لے ضروری ہے کہ قوت قرابت سے بھی ترجیح دی جائے جب کہ وہ (ولد عصبہ ہونے سے) زیادہ قوی ہے (معتقد)
اقول روایات ظاہرہ متفق ہیں کہ اختلاف جنس کے وقت قوت قرابت معتبر نہیں۔ لہذا سبکی پہلو بھی کو اس خالہ پر ترجیح
نہ ہوگی جو ماں کی ماں کی طرف سے بہن ہے۔ اسی طرح سبکی خالہ کو اس پہلو بھی پر ترجیح نہیں جو باپ کی ماں کی طرف سے
بہن ہے۔ ایک بہت میں قوت قرابت کے ولایت وارث سے زیادہ قوی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اختلاف بہت
کے وقت بھی معتبر ہو کیونکہ قوت قرابت اس صورت میں ناقابل اعتبار ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ اضعف اگر برعل
معتبر ہو تو ضروری نہیں کہ اقویٰ بے عمل بھی معتبر ہو۔

حق یہ ہے کہ ایک بہت میں قوت قرابت کا معنی یہ ہے کہ ایک قریب دو جہتیں رکھتا ہو (باپ کی طرف سے
بھی متعلق ہو ماں کی طرف سے بھی) جیسے رگہ رشتے دار یا ایک قوی جہت رکھتا ہو جیسے باپ کی طرف سے رشتے دار ماں کی طرف
کے رشتے دار سے قوی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک جانب دو جہتوں کا اجتماع دوسری جانب کو محروم نہیں کر سکتا۔ یہ باپ
جانب قوی ہونے کے باوجود دوسری جانب ماں کو محروم نہیں کرتا تاہم اس کی جانب سے حاصل ہونے والی قوت دوسری جانب
کو کیے محروم کر سکے گی۔ قوت قرابت ایک جانب میں معتبر ہے۔ اس کی وجہ سے ایک جانب کو دوسری جانب پر تقدیم
حاصل نہ ہوگی ورنہ لازم آئے گا کہ باپ کی جانب کو ماں کی جانب پر مطلقاً تقدیم حاصل ہو (وہو باطل) نیز قوت قرابت
کا اعتبار مقصود کے لئے نقصان دہ ہوگا۔ کیونکہ اختلاف جہت کے وقت تمام روایات ظاہرہ کے مطابق اقویٰ معتبر نہیں
تو آپ حضرات اضعف (ولد عصبہ) کا کیوں اعتبار کرتے ہیں نتیجتاً دونوں ترجیحیں (قوت قرابت اور ولد عصبہ کے
ملاحظہ سے) لغو ہو جائیگی اور یہ بات خود تمہاری تقریر کے خلاف ہے کہ ولد عصبہ کو ترجیح ہے (کہ وہ صحیح اور معنی ہے
جو اب درج ہے جو میں نے اس سے پہلے ذکر کیا کہ اقویٰ کا اس لئے اعتبار نہیں کہ اس کا مل نہیں لہذا دوسری ترجیح بر عمل
ہونے پر ملوث ہوگی یہ اس لئے کہ ولد عصبہ کو مصورت سے حصہ ملتا ہے اور عصبہ کو غیر مطلقاً ترجیح ہوتی ہے مثلاً چچا
(عصبہ ہے) ماموں (غیر عصبہ) کو محروم کر دے گا۔ اسی طرح ولد عصبہ اس تقریر سے دونوں نتیجے مندرجہ ہو جاتے ہیں۔
(۱) اقویٰ کا اعتبار ضروری ہے جیسے علامہ شامی نے کہا (۲) اقویٰ سا قاطع ہے تواضع کا سا قاطع ہونا ضروری ہے۔
جس طرح ہم نے الزام کی تقریر میں بیان کیا۔ ۱۲

اعلیٰ حضرت

قدس سرہ

مرکزی مجلس رضالاءہور کے زیر اہتمام منعقدہ "یومہ رضا" سنہ ۱۹۷۹ء میں پڑھی گئی

مشعل راہ شریعت ہیں امام احمد رضا پر تو نور نبوت ہیں امام احمد رضا
مخزن عرفان و حکمت ہیں امام احمد رضا ابروئے اہل سنت ہیں امام احمد رضا
گوہر ریح بلاغت ہیں امام احمد رضا نبیر کرم فصاحت ہیں امام احمد رضا
ایک دریائے فضائل ایک گنج معرفت ایک گلزار بصیرت ہیں امام احمد رضا
انکی ہر اک نعمت، دنیائے جذب و انجذاب بلبل باغ رسالت ہیں امام احمد رضا
سب علوم ظاہر و باطن سے بہرہ مند ہیں ساقی بزم طریقت ہیں امام احمد رضا

اُن کے علم و فضل کے قائل مخالف بھی سمجھی

ہر نظر میں اعلیٰ حضرت ہیں امام احمد رضا

رَحِمَہُ اللہُ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً

مطبوعات مرکزی مجلس رضا - لاہور

تجلی المشکوۃ

(۱) از اعلیٰ حضرت قدس سرہ (بلا قیمت تقسیم ہو کر ختم ہو گئی ہے)

فاضل بریلوی اور ترک موالات (طبع دوم)

از پروفیسر محمد مسعود احمد ایم۔ اے۔ - پی ایچ۔ ڈی (بلا قیمت)
بیس بیسے کے ٹکٹ بھیج کر طلب کریں۔

اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام

از مولانا اختر شاہجہان پوری (بلا قیمت) بیس بیسے کے ٹکٹ
بھیج کر طلب کریں۔

سوانح سراج الفقہاء مع فتویٰ مبارکہ اعلیٰ حضرت

از مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری (بلا قیمت) بیس بیسے کے ٹکٹ
بھیج کر طلب کریں۔

پیغامات یوم رضا (زیر طبع)

فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں (زیر طبع)

از پروفیسر محمد مسعود احمد ایم۔ اے۔ - پی ایچ۔ ڈی

نوٹ: ہر کتاب کے لئے مطلوبہ ٹکٹ بھیجنے ضروری ہیں۔ اور صرف
ایک ایک کتاب طلب کی جائے۔ زیادہ کی فرمائش کی تعمیل نہیں
کی جائے گی۔

مرکزی مجلس رضا

نوری مسجد بالمقابل ویلوی اسٹیشن - لاہور

طباعت سرورق: الجمیل پرنٹرز، ۲۱ - ریلوے روڈ - لاہور